دینی مقدسات کی توہین کی سزا-آئمہ مذاہب کی آراء کا تجزیہ

The Sentence of Disgrace towards Religious Sanctities: An Analytical Study of the Opinions of Jurists

* محمد عرفان

** ڈاکٹر معین الدین ہاشمی

Abstract:

This study elaborates the opinions of the leading jurists of prominent schools of thought in regard with the sentence of disgrace and insult of any religious sanctities. The research brings to light various definitions and explanations of religious sanctities. What is meant by blasphemy and what actions exactly fall under the definition of blasphemy? The study primarily focuses on the sanctities of Islam but also highlights the sanctities of other religions as well. The real concept of respect and esteem towards the religious sanctities has also been discussed in the said research. The study highlights the opinions and viewpoints of the pioneers of the prominent juristic schools of thought in terms of humiliation of religious sanctities. The study analyses the estimation of various jurists about the injunctions and possibilities of repentance of all those who are found guilty of the said offense.

Keywords: Religious sanctities, Blasphemy, Jurists, Repentance, Juristic schools of thought.

....

* لیکچرار اسلامک سٹڈیز، باچاخان میڈیکل کالج مردان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

آج دنیا سمٹ کر ایک عالمی گاؤں(Global Village) کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ دنیا کی مختلف اقوام واوطان کے مسائل اب محض انفرادی نہیں رہے بلکہ اجتماعی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی خطے یا علاقے میں پیش آنے والے واقعات کا اثر لامحالہ دیگر اقوام اور ممالک پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ لیکن گزشتہ کچھ سالوں سے بعض اہم مسائل کی جانب کماحقہ توجہ نہ دینے یا قصداً وعمداً نظر انداز کرنے کے سبب ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جو عالمی امن کی تباہی کا سبب بنتے جا رہے ہیں۔ ان مسائل میں اقوام عالم کے دینی اور مذہبی مقدسات کی حرمت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔

دینی مقدسات کی حرمت کا مسئلہ کسی ایک مذہب تک محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں جتنے بھی مذاہب موجود تھے یا ہیں، سبھی کے ہاں بعض مذہبی شعائر کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور ان کی شان میں ادنی گستاخی بھی روا نہیں رکھی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات صرف مذاہب تک بھی محدود نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں بعض چیزوں کو مقدس مانا جاتا ہے اور یہ سب ممالک، اقوام اور مذاہب اپنے اپنے باشندوں، پیروکاروں اور متبعین سے اپنے اپنے شعائر کے احترام اور تعظیم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام سے دشمنی رکھتا ہے، اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔ اور اس کے لیے اکثر ممالک میں سزا اور قانونی چارہ جوئی کا نظام رائج ہے۔

زیر نظر مقالہ میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مذہبی مقدسات کی حرمت کا مفہوم کیا ہے؟ ان مقدسات کی توہین سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں۔ توہین کرنے والے شخص کی ممکنہ سزا کیا ہو سکتی ہے نیز یہ کہ توہین کرنے والے مسلمان یا ذمی شخص کی توبہ قابل قبول ہے یا نہیں؟ ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت کی آراء کی روشنی میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اگرچہ بنیادی طور اس تحقیقی مقالہ میں ہمارے پیش نظر دین اسلام کے دینی مقدسات ہی رہے ہیں لیکن اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی مقدسات کا بھی اجمالی جائزہ لیا گیا ہے کہ ان مذاہب کی تعلیمات کے مطابق مذہبی مقدسات کیا کیا ہیں اور ان کی توہین کرنے والے کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔

دینی مقدسات: "مقدسات" "مقدس" کی جمع ہے اور اس کا مصدر "تقدیس" ہے۔ قَدُسَ کے

معنی پاک ہونے، بابرکت ہونے اور بے داغ ہونے کے ہیں۔ مقدس کے معنی مبارک، طاہر اور معظّم کے ہیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: "أَرْضٌ مُقَدَّسةٌ: مُبَارَكَةٌ" یعنی مبارک سرزمین۔"[1]

اصطلاحی طور پر "مقدسات" سے مراد ہر وہ چیز ہے "جس کو کسی بھی مذہب میں تقدس اور احترام کا رتبہ حاصل ہو، خواہ وہ کسی مذہب کے پیشواؤں اور مقدس شخصیات میں سے ہو، مذہبی کتابوں یا عبادات گاہوں، مساجد، معابد، گرجا اور کنیسا سے ہو، یا ان عبادت گاہوں میں ادا کی جانے والی عبادات وغیرہ سے ہو۔ ان مقدسات کا اس مذہب سے بڑا گہرا رشتہ اور تعلق ہوتا ہے۔ یہ مقدسات اس مذہب، مسلک یا عقیدے کی نمائندگی کرتی ہیں اور اس مذہب کے پیروکار ان مقدسات کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ فتاوی الشبکۃ الإسلامیۃ میں "مقدسات اسلامیہ" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المقدس: المبارك.والأرض المقدسة: المطهرة.فعلى هذا، فإن المقدسات الإسلامية هي كل مكان ثبت بالشرع بركته وطهارته كالمساجد، وعلى رأسها: المسجد الحرام، والمسجد النبوي، والمسجد الأقصى، بل الحرم كله سواء المكي أو النبوي كذلك من المقدسات الإسلامية.[2]

"مقدس کے معانی بابرکت کے ہیں اور ارض مقدسہ کے معانی ہیں: پاک زمین، اس اعتبار سے مقدسات اسلامیہ سے مراد ہر وہ مکان ہے جس کی برکت اور پاک ہونے کی دلیل شریعت سے ثابت ہے جیسے مساجد، اور ان میں سب سے مقدم مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں، بلکہ سارا حرم مقدس ہے خواہ وہ حرم مکی ہو یا حرم مدنی۔"[3]

حرمات اللہ:

دینی مقدسات کے لیے قرآن کریم اور احادیث نبوی میں عام طور پر "حرمات اللہ" اور "شعائر اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حرمات اللہ کی اصطلاح سورہ الحج کی اس آیت میں استعمال ہوئی ہے: ﴿ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ﴾[4] "اور جو شخص ان حرمات کی تعظیم کرے گا تو اس کے حق میں یہ عمل اس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لاَ يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا."[5] "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے کہ کفار قریش مجھ سے جس بات کا سوال کریں گے اور اس میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی تعظیم کریں گے تو میں ان کی اس بات کو منظور کرلوں گا۔"

حرمات اللہ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظورؒ فرماتے ہیں: "**الحرمة: ما لا يحل لك انتهاكه،...، وقوله تعالى: ذلك ومن يعظم حرمات الله**." [6]

حرمت وہ چیز ہے جس کی پردہ دری جائز نہ ہو۔ محرَمۃ اور محرُمۃ کے معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: میرے لیے کچھ محرمات ہے آپ ان کو پامال نہ کریں۔ محرمات کا مفرد محرَمۃ اور محرُمۃ آتا ہے۔ محارم سے مراد وہ رشتے ہیں جن کو حلال کرنا کسی بھی طور پر جائز نہ ہو۔"

"تاج العروس" کے مطابق "الحُرمة،الحُرُمة اورالحرَمة کا مطلب "ایسی عزت ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کرے 'اُس کو ماننا لازم ہو اور اُس کا انکار کرنا گناہ اور حرام ہو۔ [7]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ "حرمات" حرمۃ کی جمع ہے اور اس سے مراد ہر وہ شخص، حق یا زمان و مکان ہے جن کی حفاظت اور احترام کرنا واجب ہو۔ ان حرمات کی تعظیم یہ ہے کہ ان کی مکمل رعایت رکھی جائے اور ان کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

قرآن و حدیث میں جہاں جہاں حرمات اللہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے، اس کے متعلق مفسرین اور محدثین سے درج ذیل اقوال منقول ہیں۔

۱ (حضرت مجاہدؒ کے بقول اس سے مراد حرم مکی، حج و عمرہ کے مناسک اور گناہ و معصیت کے تمام امور ہیں۔ [8]

۲ (حضرت زید بن اسلمؒ کے نزدیک اس سے مراد پانچ چیزیں ہیں: خانہ کعبہ، مسجد حرام، بلد حرام، اشہر حرم اور مُحرِم ہے۔ [9]

۳ (ابن عاشورؒ فرماتے ہیں: حرمات سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، لہذا یہ تمام مناسک حج اور کئی دیگر چیزوں کو شامل ہے۔ [10]

۴ (علامہ جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں: حرمت وہ چیز ہے جس کی ہتک کرنا جائز نہ ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام مکلفات اسی طرح ہیں لہذا حرمات سے مراد تمام مناسک حج اور اس کے علاوہ دیگر اوامر الٰہی ہیں۔ [11]

۵ (علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: تعظیم حرمات یہ ہے کہ تمام گناہوں اور حرام کاموں سے پرہیز کیا جائے اس طور پر کہ ان کے ارتکاب کو دل میں بہت بڑا جرم تصور کیا جائے۔[12]

مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ حرمات اللہ کی اصطلاح ذکر کردہ تمام چیزیں کو شامل ہے اور اس مقام پر مذکورہ پانچوں اقوال کو جمع کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہی زیادہ مناسب اور بہتر صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس، انبیاء کرام، کعبۃ اللہ، حرم مکہ، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منی، جمرات، مسجد نبوی، حرم مدنی، بیت المقدس، قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتب، عبادات، مساجد، آذان اور اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی حرمات اللہ کے مفہوم میں داخل ہیں اور ان تمام حرمات کی حفاظت کرنا، ان کی رعایت رکھنا اور ان کی تعظیم اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

شعائر اللہ:

شعائر "شعیرۃ" یا "شِعَارَۃٌ" کی جمع ہے۔ اس کا سہ حرفی مادہ "ش ع ر" ہے۔ ابن منظور کے بقول شَعَرَ اور شَعُرَ کے معنی ہیں: جاننا، کسی چیز کی خبر یا اطلاع ہو جانا۔[13] ابوحیان لکھتے ہیں: "**الشَّعَائِرُ: جَمْعُ شَعِيرَةٍ أَوْ شَعَارَةٍ. قَالَ الْهَرَوِيُّ: سَمِعْتُ الْأَزْهَرِيَّ يَقُولُ: هِيَ الْعَلَائِمُ الَّتِي نَدَبَ اللَّهُ إِلَيْهَا، وَأَمَرَ بِالْقِيَامِ بِهَا...**الخ"[14] "شعائر جمع ہے شعیرۃ یا شعارۃ کی۔ امام ہرویؒ کہتے ہیں کہ زہریؒ نے فرمایا: شعائر سے مراد وہ علامات اور نشانیاں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پکارا ہے اور وہاں قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ زجاجؒ کہتے ہیں اس سے مراد موقف عرفہ، مشہد، مقام سعی اور مذبح یعنی منی ہے۔ شعر کے معنی ہیں: جان لینا، معلوم ہونا۔ عرب کہتے ہیں: "**بَيْتُنَا شِعَارٌ**" (ہمارا گھر علامت ہے) اور اسی سے "**إشعارالهدى**" یعنی (قربانی کے جانور کو نشانی لگانا) ہے۔"

شعائر کا اصطلاحی مفہوم بھی اس کے لغوی معنی (علامت، نشانی) کے قریب قریب ہے۔ شاہ ولی اللہؒ شعائر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**وأعني بالشعائر أمورا ظَاهِرَة محسوسة جعلت ليعبد الله بهَا، واختصت بِهِ حَتَّى صَار تعظيمها عِنْدهم تَعْظِيمًا لله...**الخ"[15]

"شعائر سے مراد وہ ظاہری اور محسوس امور ہیں جو اللہ کی عبادات کے واسطے بنائے گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کے ساتھ اس طرح منسلک ہوگئے کہ ان شعائر کی تعظیم اب اللہ کی تعظیم تصور کی جاتی ہے اور ان کی

تعظیم میں کمی کوتاہی اللہ کے حق میں کمی کوتاہی تصور ہوتی ہے اور یہ باتیں لوگوں کے دلوں میں اس قدر جاگزیں ہوئی ہیں کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی یہ باتیں ان سے نہیں نکل سکتی۔"

مولانا مودودیؒ شعائر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہر وہ چیز ہے جو کسی قوم قبیلے، ملک، مسلک یا عقیدے، طرز فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو۔ وہ اس کا شعار کہلائے گی، کیونکہ وہ اس کے لیے علامت اور نشانی کا کام دیتی ہے۔"

آگے جا کر آپ فرماتے ہیں کہ اس تعریف کی رو سے مختلف ممالک کے قومی پرچم، قومی ترانے، فوج اور پولیس وغیرہ کے یونیفارم، کرنسی نوٹ، سکے، اسٹامپ وغیرہ حکومتوں کے شعائر ہیں اور وہ اپنے محکوموں سے، بلکہ جن جن پر ان کا زور چلے، ان سے ان کے احترام کا مطالبہ کرتی ہیں۔ گرجا، قربان گاہ اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔ چوٹی، زنار اور مندر برہمنیت کے شعائر ہیں۔ کیس، کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں۔ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعار ہیں۔ سواستیکا آریہ نسل پرستی کا شعار ہے۔[16]

قرآن کریم میں چار مقامات پر شعائر اللہ کا لفظ وارد ہوا ہے اور ان تمام مقامات پر یہ لفظ مناسک حج کے سیاق وسباق میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین مثلاً ابن عباسؓ، مجاہدؒ، سدیؒ اور زید بن اسلمؒ نے شعائر کو مناسک حج، احرام، اور حرم کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔[17]

لیکن کئی مفسرین نے شعائر اللہ کے مفہوم میں تمام اسلامی شعائر، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی، حلال و حرام اور حدود و فرائض کو شامل کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آیات کے معانی ان تمام چیزوں کو مراد لینے کا احتمال رکھتے ہیں اور بظاہر کوئی وجہ اختصاص یہاں موجود نہیں، لہذا بغیر کسی قوی دلیل کے اس لفظ کو صرف چند مقامات یا مناسک کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ جیسا کہ ابو بکر جصاصؒ، امام قرطبیؒ، شاہ عبد العزیز دہلوی، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اہانت و توہین کا مفہوم اور تعریف و تنقیح

"اہانت" عربی زبان میں باب افعال، جبکہ "توہین" باب تفعیل کا مصدر ہے۔ دونوں لفظوں کا سہ حرفی مادہ (و،ھ،ن) ہے۔ یہ فعل لازم اور متعدی دونوں طرح سے مستعمل ہے۔ وھن کے معنی سستی اور کمزوری

کے ہیں۔ قرآن مجید میں وھن اور اس کے مشتقات نو(9) مقامات پر اسی مفہوم میں استعمال کئے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ﴾[18]

"یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور کر دینے والا ہے کافروں کی تدبیر کو"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا﴾[19] "اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غمگین ہو۔"

اہانت اور توہین میں تحقیر و تصغیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ توہین کے معنی ہیں کسی کو کم درجہ، ذلیل یا حقیر سمجھنا یا بنانا۔ اہانت کا اطلاق ہر اس قول یا فعل پر کیا جائے گا جس کا مقصد کسی کی کردار کشی کرنا، بے ادبی کرنا یا تحقیر اور استخفاف ہو۔ عربی زبان و ادب میں توہین کے لیے اکثر مقامات پر "السب والشتم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ کتب حدیث وفقہ میں "باب سب النبی ﷺ" کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ اس طرح لفظ "اذیٰ" بھی اس معنی میں مستعمل ہے۔ انگریزی زبان میں توہین کے لیے **"Blasphemy"** کا لفظ مروّج ہے۔

بلاس فیمی (Blasphemy) کا مفہوم

انگریزی زبان و ادب میں **Blasphemy** کو توہین کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں بلاس فیمی کی وضاحت کرتے ہوئے مقالہ نگار لکھتا ہے:

"Blasphemy, irreverence towards a diety or deities and by extension, the use of profanity. In Christianity, blasphemy has points uncommon with heresy but is differentiated from it in that heresy consists of holding a belief contrary to the orthodox one, …, For the Muslim blasphemy is to speak contemptuously not only of God but also of Muhammad."[20]

"بلاس فیمی (توہین) کا مطلب ہے اللہ، دیوی یا دیوتاؤں کی بے حرمتی اور بے ادبی کرنا اور بالفاظ دیگر ان مقدس ہستیوں کو گالیاں دینا اور بدزبانی اختیار کرنے کا نام بلاس فیمی ہے۔ عیسائیت میں بلاس فیمی کو عموماً بدعت اور کفر قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اسے اس کفر اور بدعت سے الگ ممتاز رکھا جاتا ہے جو صحیح اور مروّجہ عقیدے کے متضاد اختیار کیا جاتا ہے۔ پس عیسائی مذہب میں یہ بلاس فیمی نہیں ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ یا مسیحی بنیادی عقائد کے اصول تسلیم کرنے سے انکار کیا جائے۔ جبکہ حقارت اور تحقیر آمیز انداز اور جذبات سے ان کو جھٹلانا اصل بلاس فیمی ہے۔ مسلمانوں میں نہ صرف اللہ بلکہ محمد ﷺ کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کو بھی بلاس فیمی تصور کیا جاتا ہے۔"

مشہور انگریزی ڈکشنری "Merraim Webster Collegiat Dictionary" میں بلاس فیمی کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

1. *a*: the act of insulting or showing contempt or lack of reverence for God.

b: the act of claiming the attributes of deity

2. Irreverence towards something considered scared or inviolable." [21]

۱ ((الف): خدا (اللہ تعالیٰ) کی تحقیر کرنا، توہین کا مظاہرہ کرنا یا تعظیم و توقیر میں کمی اور کوتاہی برتنا۔

(ب): یا اس سے مراد خدائی صفات کا دعویٰ کرنا ہے۔

۲ (مقدس اور واجب التعظیم ہستیوں کی بے ادبی کرنا۔

قانون کی مشہور کتاب "Words and Phrases" میں بلاس فیمی کی درج ذیل تعریف کی گئی ہے۔ 2002 میں لاہور ہائی کورٹ میں " محمد محبوب الیاس بوبا بنام ریاست " کے عنوان سے ایک کیس کا فیصلہ دیتے ہوئے جج حضرات نے عدالتی فیصلہ میں بلاس فیمی کی یہی تعریف نقل کی ہے۔ ذیل کی سطور میں ملاحظہ کیجیے:

"Blasphemy is a, misdemeanour at common law punishable by fine and imprisonment. It consists in: (1) scoffingly or irreverently ridiculing or impugning the doctrines of the Christian faith; or (2) in uttering or publishing contumelious reproaches of Jesus Christ; or (3) in profane scoffing at the Holy Scriptures or exposing any part thereof to contempt or ridicule. It is not blasphemy with due gravity and propriety to contend that the Christian religion or any part of its doctrine, or the whole or any part of the Holy Scriptures, is untrue."[22]

"بلاس فیمی ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا عام قانون میں جرمانہ اور جسمانی سزا ہے، یہ تین صورتوں پر مشتمل ہے:

۱ (عیسائی مذہب کے عقیدے پر طعن و تشنیع اور بے ادبی کرنا، اس کی ہنسی مذاق اڑانا اور اعتراضات کرنا۔

۲) حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق گستاخانہ اور حقارت آمیز اظہار خیال کرنا یا شائع کرنا۔

۳) مقدس کتابوں کی بے حرمتی کرنا یا اس کے کسی بھی حصّے کے متعلق توہین آمیز اظہار خیال کرنا۔

یہ کوئی معقول اور سنجیدہ بلاس فیمی نہیں کہ عیسائی مذہب یا اس کے کسی عقیدے یا کتاب مقدس یا اس کے کسی حصے پر یہ بحث ومباحثہ کیا جائے، کہ یہ سچ نہیں ہے۔"

مندرجہ بالا تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاس فیمی کا اطلاق مذہب، خداوند تعالیٰ، بانیان مذاہب، مقدس کتابوں اور دیگر مذہبی مقدسات کی توہین، تحقیر اور استہزاء پر بلاس فیمی کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہودیت میں بلاس فیمی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بائبل (عہد نامہ قدیم) کی توہین، جب کہ عیسائیت میں بلاس فیمی کا اطلاق حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام، کتاب مقدس انجیل یا چرچ کی توہین پر ہوتا ہے۔ اسلام میں بلاس فیمی کا اطلاق اللہ عزوجل، تمام انبیاءورسل، مقدس آسمانی کتابوں اور دیگر شعائر اسلام کی توہین پر کیا جاتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں مذہبی مقدسات کی حرمت کا تصور

دنیا کے ہر مذہب میں مذہبی مقدسات وشعائر کا تصور موجود ہے۔ انسائیکوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق دنیا کے بیشتر معاشروں میں مذہبی مقدسات کی توہین ایک قانونی جرم اور مذہبی مقدسات سے متعلقہ "بلاس فیمی لاء" کسی نہ کسی صورت میں نافذ العمل ہے۔ قانون موسوی میں مذہبی مقدسات کی توہین کرنے کی سزا مجرم کو سنگسار کرنا تھی۔ بازنطینی شہنشاہ جسٹنین (دور حکومت:527-565) کے دور میں توہین مذہب کی سزا قتل قرار دی گئی تھی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں توہین مذہب کو قانون کی رو سے ایک قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی تک سکاٹ لینڈ اور برطانیہ میں توہین مذہب کی سزا قتل تھی۔ سترہویں صدی عیسوی تک مذہبی مقدسات کی توہین کو ریاست پر حملہ تصور کیا جاتا تھا۔[23]

حضرت ابراہیمؑ کے دور میں مذہبی مقدسات کی توہین پر سخت ترین سزاؤں کا تصور موجود تھا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے معبودان باطلہ کے متعلق فرمایا:﴿ **يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا** ﴾[24] ترجمہ: "اے میرے باپ! کیوں ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کوئی فائدہ پہنچاسکتے ہیں۔"

معبودانِ باطلہ سے سب کچھ ہونے کی امید پر رہنے والی قوم کے لئے یہ الفاظ کسی گالی اور بدگوئی سے کم بات نہ تھی کہ اس کے معبود کو کمزور اور بے بس ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے والد نے انہیں

سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا﴾[25] "اے ابراہیم اگر تو باز نہ آیا تو تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا اور تم ایک لمبی مدت کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔"

اس موقع پر ابراہیم علیہ السلام کو سنگساری کی دھمکی دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دور اور ان سے پہلے کی شریعتوں میں بھی خدا اور مذہب کی توہین اور بے حرمتی پر سخت سزائیں دینے کا تصور موجود تھا۔

ایران دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ قدیم ایران کے نظام عدل و انصاف میں تین قسم کے افعال کو جرم قرار دیا گیا تھا:

وہ جرم جو خدا کے خلاف ہوں، یعنی جب کوئی شخص مذہب سے بیزاری کا اظہار کرے اور عقائد میں بدعت پیدا کرے۔

۱ (بادشاہ کے خلاف جرم، جب ایک شخص بغاوت یا غداری کرے یا لڑائی میں میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

۲ (وہ جرائم جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں جیسے چوری، رہزنی، ہتکِ ناموس کی سزا۔

پہلی اور دوسری قسم کے جرائم یعنی الحاد، غداری اور بغاوت کی سزا فوری موت تھی اور تیسری قسم کے جرائم بعض صورتوں میں جسمانی عقوبت اور بعض میں موت ہوتی تھی۔[26]

توریت کی تیسری کتاب اِحبار (Leviticus) کی رو سے جو شخص خداوند تعالیٰ کی ذات پر برا بھلا کہے ، ایسے شخص کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے: "اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔"[27]

یہودیت میں توہین مذہب کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں جن کے لیے سخت سزائیں مقرر ہیں:

۱) خدا کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا۔

۲) خدا کا نام غیر حقیقی اور غیر قانونی طور پر استعمال کرنا یا اس کی تحریری صورت بگاڑنا۔

۳) خداوند تعالیٰ کی شان میں واہیات بکنا۔

۴) ایسا انداز اختیار کرنا جو یہودیوں کے خدا کی رسوائی کا سبب بنے۔[28]

عیسائیت میں بھی دینی مقدسات کی توہین ایک قابل سزا جرم ہے۔ انجیل متی میں روح القدس کی توہین کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے:

"اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہیں کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم اس کے بر خلاف بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے بر خلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہیں کی جائے گی، نہ اِس عالَم میں، نہ آنے والے عالَم میں۔"[29]

مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ مذہبی مقدسات اور شعائر کی حرمت کا تصور ہر مذہب میں موجود ہے اور ان کی توہین ایک قابل سزا جرم ہے۔ بلکہ بعض مذاہب میں یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے جس کی سزا بعض صورتوں میں قتل اور سنگساری بھی ہو سکتی ہے۔

آئمہ فقہاء کے نزدیک دینی مقدسات کی توہین کی سزا

تمام ائمہ اور فقہاء کے نزدیک حرمات اللہ، انبیاء کرام، ملائکہ، آسمانی کتابوں اور مقدس مقامات کی تعظیم واجب ہے اور اگر کوئی شخص خدانخواستہ قصداً و عمداً ان میں سے کسی کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ایک بڑے جرم کا مرتکب ہے۔ اس صورت میں اس کی سزا کیا ہو گی۔ اس بارے میں ائمہ و فقہاء کی آرا کا جائزہ آئندہ سطور میں لیا جاتا ہے۔

اس مسئلہ پر سب سے پہلے تفصیلی بحث فقہائے مالکیہ کے سرخیل قاضی عیاضؒ نے "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں کی۔ ان کے بعد فقہائے حنابلہ میں سے ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر تفصیلی کتاب "**الصارم المسلول على شاتم الرسول** ﷺ" لکھی۔ ان کے بعد مشہور شافعی فقیہ ابوالحسن علی السبکیؒ نے "**السيف المسلول على من سب الرسول**ﷺ" تحریر کی۔ متقدمین فقہائے احناف میں سے کسی نے اس موضوع کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے، جس کا اعتراف ابن عابدین شامیؒ جیسے محقق نے بھی کیا ہے۔[30] لیکن بعد میں خود علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ پر مشہور کتاب "**تنبيه الولاة والحكام على شاتم خيرالأنام أو أحد أصحاب الكرام**" لکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا۔

توہین کا ارتکاب کرنے والے کے اعتبار سے اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے کہ توہین کا مرتکب مسلمان ہے یا کافر، اگر مسلمان ہے تو کیا اس نے اپنے جرم پر نادم ہو کر توبہ کی ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ کافر ہے تو ذمی (اسلامی ریاست میں رہائش پذیر غیر مسلم) ہے یا حربی کافر۔ اس لحاظ سے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں ہیں۔ ان تمام صورتوں میں فقہاء کرام کی آراء کا تجزیہ زیر نظر مضمون میں ملاحظہ کیجئے۔

توبہ نہ کرنے کی صورت میں مسلم شاتم کی سزا:

اگر کوئی مسلمان اللہ تعالی، انبیاء کرام میں سے کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کے بعد وہ اپنے اس جرم پر ڈٹ جاتا ہے اور توبہ نہ کرے تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہے۔ قاضی عیاضؒ نے "الشفاء"[31] میں، علامہ ابن تیمیہؒ نے "الصارم المسلول"[32] میں اور علامہ سبکیؒ نے "السیف المسلول"[33] میں اس قول پر تمام اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام مالکؒ، احمد بن حنبلؒ، لیث بن سعدؒ، اِسحاق بن راہویہ، امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور سفیان ثوریؒ سب کا یہی مذہب ہے۔ قاضی عیاضؒ نے اس قول کو امت کا اجماعی مذہب قرار دیا ہے۔[34] نیز وہ فرماتے ہیں:

" أَنّ جَمِيع من سَبّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّم أَو عَابَه أَو أَلْحَق بِه نَقْصًا فِي نَفْسِه أَو نَسَبِه أَو دِينه... فَهُو سَاب لَه وَالْحُكْم فِيه حُكْم السَّابّ يقْتَل كَمَا نُبَيّنُه... وَهَذَا كُلُّه إجْمَاع مِن الْعُلَمَاء وَ أئِمَّة الْفَتْوَى من لَدُن الصَّحَابَة رِضْوَان اللَّه عَلَيْهِم إِلَى هَلُمّ جَرّا."[35]

" جس کسی نے بھی آپ ﷺ کی شان میں برا بھلا کہا، آپ کو عیب دار بنایا، آپ ﷺ کی ذات مبارک، آپ کی حسب و نسب یا دین کے متعلق عیب جوئی کی، یا بطریق سب اور تعریض کے کسی ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جس سے آپ ﷺ کی شان میں کمی کا اشارہ ہو یا آپ ﷺ کی تصغیر شان کی تو ایسا کرنے والا شاتم رسول تصور ہو گا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔۔۔ اس بات پر صحابہ کرام کے زمانے سے آج تک تمام اہل علم اور ائمہ فتویٰ کا اجماع ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں: " لَا أَعْلَم أَحَدا من الْمُسْلِمِين اخْتُلِف فِي وُجُوب قَتْلِه إِذَا كَان مُسْلِمًا."[36]

"مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مجھے معلوم نہیں کہ جس نے مسلمان شاتم رسول کے قتل کے بارے میں اختلاف کیا ہو۔"

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں کسی کا اختلاف نہیں کہ شاتم رسول کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا۔[37] علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں: "خلاصہ کلام یہ ہے کہ شاتم اگر مسلمان ہو تو توہین کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا، یہی ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا مذہب ہے۔"[38] ابن منذرؒ[39] نے "الاقناع" میں اس قول کو عام اہل علم کے علاوہ امام مالکؒ، لیث بن سعدؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راھویہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب قرار دیا ہے۔[40]

فرقہ ظاہریہ کے مشہور امام ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

" فَصَحَّ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ كُلَّ مَنْ سَبَّ اللَّهَ تَعَالَى، أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ، أَوْ سَبَّ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ، أَوْ سَبَّ نَبِيًّا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهِ، أَوْ سَبَّ آيَةً مِنْ آيَاتِ اللَّهِ تَعَالَى، أَوْ اسْتَهْزَأَ بِهَا، وَالشَّرَائِعُ كُلُّهَا، وَالْقُرْآنُ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ بِذَلِكَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ، لَهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ، وَبِهَذَا نَقُولُ."[41]

"مذکورہ دلائل کی بنا پر یہ بات درست ثابت ہوتی ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ، کسی فرشتے، نبی یا رسول کی شان میں برا بھلا کہا یا استہزاء کیا، قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کی آیات یا شرائع میں سے کسی کے متعلق برا بھلا کہا تو ایسا کرنے سے وہ شخص کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ اس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے اور یہی ہمارا مذہب بھی ہے۔"

مندرجہ بالا تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ، کسی نبی یا رسول، ملائکہ یا کسی مقدس کتاب کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کرے تو سب وشتم کے بعد ایسا شخص مسلمان نہیں رہتا، بلکہ وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس قول پر ائمہ اربعہ اور عام فقہاء کا اجماع ہے جیسا کہ ابن تیمیہؒ، قاضی عیاضؒ، ابن منذر، ابن حزم ظاہری اور دیگر فقہاء نے نقل کیا ہے۔ لیکن اجماع کا یہ قول ایسے شخص کے متعلق ہے جو گستاخی کرنے کے بعد اس پر برقرار رہے اور توبہ نہ کرے۔ لیکن اگر گستاخی کا مرتکب مسلمان شخص اپنے جرم پر نادم ہو کر توبہ کرے تو اس کے متعلق بعض فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں جیسا کہ اگلے صفحات میں تفصیل سے یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

توبہ نہ کرنے صورت میں ابن حزم ظاہریؒ نے بعض فرقوں جیسے جہمیہ اور اشعریہ کی جانب سے اختلاف بھی نقل کیا ہے لیکن ابن عابدین شامیؒ کے بقول ان اختلافی آراء کا کوئی اعتبار نہیں۔ امت مسلمہ کے مشہور اور معتبر

ائمہ کرام میں سے کسی نے اس قول کا انکار نہیں کیا۔ سیر صحابہ کرام کا استقراء کرنے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہیں کہ یہی تمام صحابہ کرام کا اجتماعی فتویٰ تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔[42]

گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کے بارے میں اختلاف:

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ یا شان رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہو اور وہ اس پر ڈٹ جائے تو بالاجماع ایسا شخص واجب القتل ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان گستاخی کا مرتکب ہونے کے بعد نادم ہو کر توبہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس بارے میں ائمہ فقہاء کا اختلاف ہے جو در حقیقت ایک اصولی نکتہ پر مبنی ہے کہ گستاخی کے مرتکب شخص کے لیے قتل کی یہ سزا بطور حد ہے یا بوجہ ارتداد کے۔ جن فقہاء کے نزدیک یہ سزا جرم ارتداد کی وجہ سے ہے ان کے نزدیک توبہ کرنے کی صورت میں قبولیتِ توبہ کا امکان موجود ہے کیونکہ مرتد اگر تین دن کے اندر اندر توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو جائے تو اس کی سزا معاف ہو جاتی ہے۔ لیکن جن فقہاء کے نزدیک یہ سزا بطور حد ہے تو ان کے نزدیک کسی صورت اس کی معافی کا امکان نہیں، کیونکہ حدود توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتیں۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو بھی اسے دنیا میں قتل کی سزا دی جائے گی لیکن اس کی توبہ کے سبب دنیا میں اس پر مسلمان میت کے احکام نافذ ہوں گے اور آخرت میں اس کی توبہ اس کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں فقہاء کی آراء سے قبل درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

(الف): توبہ کرنے کی صورت میں یہ بات ضروری ہے کہ ایسا شخص اپنے جرم کا اقرار کرے اور پھر نہایت ندامت کے ساتھ اللہ کے حضور توبہ تائب ہو جائے۔ اگر ایسا شخص توہین کا ارتکاب کرتا ہے لیکن بعد میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے نہ انکار، اور بظاہر ایسے کام کرتا ہے جو مسلمان ہونے کی علامت ہے تو اس کا یہ عمل توبہ نہیں کہلایا جا سکتا، کیونکہ اس کا گناہ اپنی جگہ برقرار ہے۔[43]

(ب): اگر اس نے گستاخی کا ارتکاب اعلانیہ کیا ہو یا بعد میں اس کا یہ جرم عوام الناس کے سامنے کھلم کھلا ظاہر ہو چکا ہو تو ایسا شخص توبہ بھی اعلانیہ ہی کرے گا۔

(ج): توبہ کرنے کی صورت میں یہ بات بھی مد نظر رکھنی ہوگی کہ ایسا شخص قبل الاخذ یعنی مقدمے کے اندراج اور گرفتاری سے پہلے توبہ کرتا ہے یا بعد الاخذ یعنی مقدمے کے اندراج اور گرفتاری کے بعد۔ اگر کسی

شخص سے جانے یا انجانے میں یہ جرم سرزد ہو گیا لیکن پھر اس نے گرفتاری سے قبل ہی اللہ کے ڈر سے توبہ کی تو ایسے شخص کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ لیکن اگر اس نے گرفتار ہونے کے بعد یا حالات انتہائی خراب ہونے کے بعد توبہ کی۔ نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن شواہد کی بنا پر بعض فقہاء نے بعد الاخذ توبہ کو کالعدم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

(د): توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کی یہ بحث آخرت کے اعتبار سے نہیں بلکہ صرف دنیوی احکام کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ توبہ کرنے کی صورت میں اگر وہ مر جائے تو اس پر مسلمان میت کے احکام نافذ ہوں گے۔ اگر وہ توبہ کیے بغیر قتل کیا گیا تو اس پر مسلمان میت کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اسے نہ غسل دیا جائے، نہ اسے کفن پہنایا جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

مذکورہ بالا تمہیدی کلمات کے بعد درج ذیل سطور میں اس حوالے سے فقہاء کی آراء ملاحظہ کیجیے۔

قبولیت توبہ سے متعلق فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کی رائے:

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، فقہ مالکی و حنبلی کے دیگر فقہاء اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ ایسے گستاخ کی توبہ قابل قبول نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک ایسے گستاخ کی سزا حد قذف کی طرح ہے جو ثابت ہونے کے بعد توبہ سے معاف نہیں ہو سکتی، خواہ وہ شخص قبل الاخذ یعنی مقدمے کے اندراج اور گرفتاری سے پہلے توبہ کرے، یا بعد الاخذ۔ قاضی عیاضؒ "الشفاء" میں لکھتے ہیں:

"فاعْلَم أَنّ مشْهُور مَذْهَب مَالِك وأصحابه وقوْل السَّلَف وجُمهُور الْعُلَمَاء قَتْلُه حَدًّا لَا كُفْرًا إن أظْهَر التَّوْبَة مِنْه ولهذا لَا تُقْبَل عندهم توْبَتُه وَلَا تَنْفَعُه اسْتِقَالَتَه وَلَا فَيْأتُه...الخ." [44]

"جان لو کہ امام مالک اور اس کے اصحاب، علمائے سلف اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ شاتم رسول کا قتل بطور حد ہے، نہ کہ بوجہ کفر اور ارتداد کے، اگر وہ توبہ کا اظہار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ان علماء کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں اور اس کا اپنی بات سے رجوع کرنا اس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس کا حکم زندیق کی طرح ہے۔ خواہ شاتم رسول اس پر قدرت حاصل ہونے اور شہادت کے بعد توبہ کرے یا اس سے پہلے، کیونکہ یہ حد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہو سکتی۔"

امام ذہبی امام مالکؒ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قَالَ مَالِكٌ: لاَ يُسْتَتَابُ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الكُفَّارِ وَالمُسْلِمِيْنَ."[45] "مسلمانوں یا کفار میں سے جس نے بھی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا (بلکہ قتل کیا جائے گا)۔"

علامہ ابن تیمیہؒ "الصارم المسلول" میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل فرماتے ہیں: " جس شخص نے بھی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی یا آپ کے متعلق برا بھلا کہا، تو اس کو قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے۔"[46]

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے والد سے شاتم رسول کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ وہ واجب القتل ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ خالد بن ولیدؓ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو توبہ طلبی کے بغیر ہی قتل کر دیا تھا۔"[47]

خلیل بن اسحاق المالکی (ت776ھ) گستاخِ رسول سے متعلق فرماتے ہیں: "اور اگر کسی نے نبی یا فرشتے کی بد گوئی کی، اس پر لعنت کی، عیب جوئی کی، یا اس کی ذات و صفات میں استخفاف کا اظہار کیا، یا اس کی شان میں اور علم میں کمی اور کوتاہی ظاہر کی یا پیغمبر کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے تو وہ بغیر توبہ کے حداً قتل کر دیا جائے گا۔"[48]

علامہ ابن رشد مالکیؒ (ت520ھ) نے نقل کیا ہے کہ کسی مسلمان کی جانب سے شان رسالت میں گستاخی کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شاتم رسول کے دعوائے اسلام میں کوئی صداقت نہیں، بلکہ اس کا دل کفر کی طرف مائل ہے اور اس نے صرف ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا ہے، لہٰذا حقیقت میں یہ شخص زندیق ہے جس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی سزا قتل ہی ہے۔[49]

امام مالک اور احمد بن حنبل سے منقول ایک اور روایت

فقہ مالکی کے مشہور محقق ابو الولید الباجیؒ (403ھ-474ھ) نے اس سلسلے میں امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ مسلم شاتم رسول کی توبہ قابل قبول ہے لیکن آپ کی مشہور روایت یہی ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں۔[50]

امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت قبولیت توبہ کی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں: "وأما الحنابلة فكلامهم

قريب من كلام المالكية، المشهور عن أحمد عدم قبول توبته، وعنه رواية بقبولها، فمذهبه كمذهب مالك سواء."[51] "اس مسئلہ میں حنابلہ کی رائے مالکیہ کے قریب قریب ہے۔ امام احمدؒ سے مشہور قول عدم قبول توبہ کا ہے اور ان سے ایک قول قبولیت توبہ کا بھی ہے۔ اس طرح ان کا مذہب اور امام مالکؒ کا مذہب اس مسئلہ میں بالکل برابر ہے۔"

اس روایت کو حنبلی فقیہ ابن قدامہ (620-541ھ) نے بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو گی کیونکہ اس نے اس شخص سے زیادہ برائی اور بے ادبی نہیں کی ہے جو اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" [52]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ دونوں سے اگرچہ ایک ایک روایت قبولیت توبہ کی ہے لیکن ان کا اصل مذہب اور قول مشہور یہی ہے کہ شان رسالت یا حرمات اللہ کی گستاخی کرنے والے کی توبہ قابل قبول نہیں۔ "التاج والاكليل" کے مصنف مواق مالکیؒ فرماتے ہیں: "امام مالکؒ کے مشہور کے مطابق شاتم رسول کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہو گی، اپنے قول سے رجوع کرنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔[53] " علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو امام مالک اور امام احمد کا مشہور قول قرار دیا ہے[54]۔

شاتم رسول اور شاتم باری تعالیٰ کے حکم میں اختلاف

فقہ مالکی اور حنبلی کے بعض فقہاء نے شاتم رسول اور شاتم باری تعالیٰ کے حکم میں اختلاف کر کے باری تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسالہ ابن ابی زید قیروانی کی شرح کرتے ہوئے "الفواکہ الدوانی" کے مصنف لکھتے ہیں:

"مصنف (ابن ابوزید قیروانی) نے شاتم رسول کے حکم پر بات کی ہے لیکن شاتم باری تعالیٰ کا حکم بیان نہیں کیا۔ اس کے بارے میں بھی حکم یہ ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن اس کی توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت میں اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاتم رسول نے نبی کریم ﷺ کی ذات پر سب وشتم کیا ہے اور وہ انسان ہونے کے ناطے عیوب کو قبول کرتا ہے لیکن اللہ عزوجل تمام عیوب سے منزہ ہے۔ نیز یہ کہ شاتم رسول کے ساتھ آدمی کا حق بھی متعلق ہے اور اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔"[55]

علامہ مرداوی حنبلیؒ فرماتے ہیں: **"لا تقبل توبته أن سب النبى ﷺ لأنه حق آدمي لا يعلم إسقاطه."**[56] "اگر کسی نے نبی پاک ﷺ کی تحقیر و توہین کی تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ انسان کا حق ہے اور یہ صرف توبہ سے ختم نہیں ہو سکتا۔"

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مشہور قول کے مطابق امام مالکؒ اور امام احمد اور ان کے اصحاب کے نزدیک مسلمان شاتم رسول کی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ کسی صورت قابل قبول نہیں جبکہ شاتم باری عزوجل کے بارے میں بعض مالکی اور حنبلی فقہاء نے قبولیت توبہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

قبولیت توبہ سے متعلق فقہائے شافعیہ کی رائے

جمہور فقہائے شافعیہ کے نزدیک شاتم رسول اگر قبل الاخذ یعنی گرفتاری سے پہلے پہلے توبہ کرلے تو وہ واجب القتل نہیں رہتا بلکہ توبہ سے حد ساقط ہو جائے گی اور شاتم رسول کی سزا کالعدم تصور ہوگی۔ یہی امام شافعی کا مشہور قول ہے جو اکثر فقہائے شافعیہ نے نقل کیا ہے۔ امام شافعیؒ سے ایک قول عدم قبولیت توبہ کا بھی منقول ہے۔ قاضی عیاضؒ نے "الشفاء" میں امام شافعی کا صرف یہی غیر مشہور قول نقل کیا ہے:

" قال أبو بكر بن الْمُنْذر أجْمَع عَوامّ أهل الْعِلْم عَلَى أن من سَبّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّم يُقْتَل وَمِمَّن قَال ذَلِك مَالِك بن أَنَس وَاللَّيْث وَأَحْمَد وإسحاق وَهُو مَذْهَب الشَّافِعِيّ"[57]

"عام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں برا بھلا کہا اس کو قتل کیا جائے۔ یہی مذہب امام مالک بن انسؒ، لیث بن سعدؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور امام شافعی کا ہےؒ۔"

قاضی عیاضؒ نے چونکہ اس مسئلہ پر سب سے پہلے قدم اٹھایا اس لیے بعد میں آنے والے اکثر مصنفیں نے امام شافعی سے متعلق یہی قول نقل کر لیا اور اکثر حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ امام شافعی کا قول مشہور عدم قبولیت توبہ کا ہے۔ لیکن فقہ شافعی کے مشہور فقیہ اور محقق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ينبغي التنبيه لما وقع في الشفاء نقلاً عن أصحاب الشافعي ﷺ ... مرجحون لعدم قتله أيضا."[58]

"قاضی عیاضؒ کی اس عبارت پر تنبیہ ضروری ہے کہ انہوں نے اصحاب شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ شاتم رسول کو قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ توبہ کرے، اصحاب شافعی کے متعلق یہ قاضی عیاضؒ کا وہم ہے، کیونکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر سبّ و شتم غیر قذف ہو تو اس صورت میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر سبّ و شتم قذف

کے ساتھ ہو تو اس صورت میں بھی جمہور شافعیہ کی نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔"

شامیؒ قاضی عیاض کی اس عبارت سے متعلق فرماتے ہیں: "قاضی عیاضؒ نے امام احمد کا جو قول نقل کیا ہے وہ ان کا قول مشہور ہے جب کہ امام شافعیؒ سے انہوں نے مذہب شافعی کا غیر مشہور قول نقل کیا ہے۔"[59]

البتہ شوافع میں سے ابو بکر فارسی اور ابو بکر قفال (291ھ - 365ھ) کا مسلک عدم قبولیت توبہ کا ہے۔ امام الحرمین الجوینیؒ فرماتے ہیں:

قال الشيخ أبو بكر الفارسي في كتاب الإجماع: لو تاب، لم يسقط القتل عنه؛ فإنّ حدّ من يسبّ رسول الله ﷺ القتلُ، فكما لا يسقط حدّ القذف بالتوبة، فكذلك لا يسقط القتل الواجب بسب النبي ﷺ بالتوبة، وادعى فيه الإجماع، وو افقه الشيخ أبو بكر القفال."[60]

"شیخ ابو بکر الفارسیؒ کتاب الاجماع میں فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شخص توبہ کرلے تو بھی اس سے قتل کی سزا ساقط نہ ہو گی۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حد قتل ہے۔ لہذا جس طرح حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہو تا اسی طرح نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے واجب ہونے والا قتل بھی توبہ سے ساقط نہیں ہو گا۔ آپ نے اس بارے میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور یہی بات شیخ ابو بکر قفال نے بھی فرمائی ہے۔"

علامہ نوویؒ نے بھی ابو بکر فارسی کی اس رائے کو "شرح المهذب" میں نقل کیا ہے۔[61]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "فقہ شافعی میں شاتم رسول سے متعلق فتوی اسی مشہور قول پر ہے کہ توبہ کے بعد شاتم رسول واجب القتل نہیں رہتا۔ اس رائے کو شیخ الاسلام امام غزالیؒ نے بھی راجح قرار دیا ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب سے توبہ کے بعد شاتم رسول کے قتل کا قول نقل کرنا وہم ہے۔ بلکہ سبّ بغیر قذف کی صورت میں وہ سب عدمِ قتل پر متفق ہیں جبکہ سبّ مع القذف کی صورت میں بھی جمہور شافعی فقہاء قبولیت توبہ والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔"[62]

فقہ شافعی کے مشہور فقیہ تقی الدین سبکیؒ امام شافعی اور ان کے اصحاب سے منقول آراء کو تفصیل سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "شافعیہ اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر شاتم رسول دوبارہ اسلام قبول نہیں کرتا تو قطعی طور پر اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر توبہ کیا اور دوبارہ اسلام لے آیا، تو اگر اس نے قذف کے ساتھ سبّ وشتم کیا ہو تو اس کے متعلق تین اقوال ہیں؛ اس کو قتل کیا جائے، کوڑے مارے جائیں، یا یہ کہ اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر اس نے بغیر قذف کے سبّ وشتم کیا ہو تو اس صورت میں شافعیہ بالاجماع اس کی توبہ مقبول ہے۔"[63]

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک شاتم رسول اگر توبہ تائب ہو تو اگر اس نے قذف کے علاوہ الفاظ کے ساتھ سبّ و شتم کیا ہے تو بالاتفاق اس کی توبہ مقبول ہے اور توبہ کرنے کے بعد وہ واجب القتل نہیں رہتا۔ لیکن اگر شاتم رسول نے قذف کے الفاظ کے ساتھ سبّ و شتم کیا ہے تو بعض اصحاب شافعی کے نزدیک اس پر حد قذف واجب ہے، جبکہ بعض کے نزدیک اس کو قتل کرنا واجب ہے، جبکہ جمہور ائمہ شافعیہ اس صورت میں بھی قبولیتِ توبہ کے قائل ہیں۔

قبولیت توبہ سے متعلق فقہائے احناف کی آراء

شاتم رسول کی توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کے بارے میں فقہائے احناف کی آراء میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ متقدمین فقہاء احناف کے نزدیک شاتم رسول اگر اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے صدق دل سے اللہ کے حضور توبہ تائب ہو تو اس کی توبہ مقبول ہے۔ جبکہ متاخرین احناف میں سے بعض نے اس مسئلہ میں عدم قبولیت توبہ کی رائے اختیار کی ہے۔ ذیل میں پہلے ان متاخرین فقہاء احناف کی آراء اور اس کے بعد متقدمین احناف کی آراء ملاحظہ کیجیے:

متاخرین فقہاء احناف کی رائے

جن متاخرین احناف نے عدم قبولیت توبہ کی رائے کو اختیار کیا ہے ان میں مشہور حنفی فقیہ کمال ابن الھمامؒ، علامہ بزازیؒ[64]، ملا خسرو[65]، ابن نجیمؒ، شیخی زادہؒ[66] اور علامہ حصکفیؒ نمایاں ہیں۔ ابن الھمامؒ (م861ھ) فرماتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ أَبْغَضَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِقَلْبِهِ كَانَ مُرْتَدًّا، فَالسَّبَابُ بِطَرِيقٍ أَوْلَى، ثُمَّ يُقْتَلُ حَدًّا عِنْدَنَا فَلَا تَعْمَلُ تَوْبَتُهُ فِي إِسْقَاطِ الْقَتْلِ."[67]

"ہر وہ شخص جو دل میں رسول ﷺ کے ساتھ بغض و کینہ رکھے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گستاخی اور بے ادبی کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ مرتد ہے۔ ہمارے نزدیک اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور قتل کے ساقط ہونے میں اس کی توبہ پر عمل نہیں کیا جائے گا۔"

مشہور عالم ملا خسروؒ (885ھ) اپنی کتاب "درر الحكام في شرح غرر الأحكام " میں فرماتے ہیں:

"إِذَا سَبَّهُ أَوْ وَاحِدًا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ – صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ – مُسْلِمٌ، فَإِنَّهُ يُقْتَلُ حَدًّا وَلَا تَوْبَةَ لَهُ أَصْلًا ... وَكَحَدِّ الْقَذْفِ لَا يَزُولُ بِالتَّوْبَةِ."[68]

" اگر کسی مسلمان نے آپ ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی کی تو اس کی سزا بطور حد قتل ہے اور اس کی توبہ کسی صورت میں قبول نہیں کی جائے گی، خواہ وہ گرفتار ہونے اور اس پر گواہی قائم ہونے کے بعد تائب ہو جائے، یا گرفتاری اور شہادت سے قبل، جیسا کہ زندیق کا حکم ہے، کیونکہ یہ قتل بطور حد ہے اور حدود توبہ سے ساقط نہیں ہوتے۔ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ایسا حد ہے جس کے ساتھ بندہ (نبی کریم ﷺ) کا حق بھی متعلق ہے لہٰذا دیگر حقوق العباد کی طرح یہ بھی توبہ سے معاف نہ ہو گی۔"

شاتم رسول سے متعلق اسی رائے کا اظہار علامہ ابن نجیمؒ نے "الاشباہ والنظائر"[69] میں اور عبد الرحمن شیخی زادہؒ نے "مجمع الانہر"[70] میں کیا ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کی طرح بعض حنفی فقہاء نے بھی شاتم رسول اور شاتم خداوند تعالیٰ کی سزا میں فرق کیا ہے۔ کہ شاتم رسول نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے لہٰذا اس کے ساتھ بندوں کا حق بھی متعلق ہو گیا ہے، اس لیے اب توبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان خداوند تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو حضور خداوندی میں گستاخی کرنے سے وہ مرتد ہو جائے گا، لیکن اگر وہ نادم ہو کر توبہ تائب ہو جائے، تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ کیونکہ گستاخیٔ خدا کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، جو توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں۔ اسی رائے کو علاء الدین حصکفی (م۔1088ھ) نے "الدر المختار"[71] میں اور ملا خسروؒ (885ھ) نے "دررالحكام في شرح غرر الأحكام"[72] میں ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ فقہ حنفی کے ان متاخرین فقہاء نے مسلم شاتم رسول کے بارے میں وہی رائے اختیار کی ہے جو فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے۔ در حقیقت ان تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ابن تیمیہؒ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ جو کہ فقہ حنفی کے متقدمین احناف کی رائے سے یکسر مختلف ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور دیگر متقدمین احناف کی رائے:

فقہ حنفی کے متاخرین فقہاء کے برعکس متقدمین احناف کی رائے یہ ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے لیکن قبولیت توبہ کے امکان کے ساتھ، بایں طور پر اگر وہ گرفتاری یا مقدمے کے اندراج سے پہلے تائب ہو تو اس کی توبہ قبول ہے اور اس سے قتل کی سزا ساقط ہو جائے گی۔ اگر ایسا شخص بعد الاخذ توبہ کر لے تو بھی اکثر کے نزدیک قتل کی سزا ساقط ہو جائے گی جیسا کہ ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے۔[73] ان حضرات کے نزدیک جس طرح مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اسی طرح اس شخص کو بھی توبہ کی تلقین کرنی چاہیے اور اگر وہ

تائب ہو جائے تو اس کی سزا معاف ہو جائے گی۔

اس مسئلہ میں متقدمین احناف کی آراء کو اس قدر اختلاف کے ساتھ پیش کیا گیا کہ فقہ حنفی کے مشہور محقق علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ایک مکمل رسالہ تحریر کیا جو "تنبيه الولاة و الحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

قاضی عیاضؒ نے "الشفا" میں فقہاء کے درمیان اس اختلاف کو یوں ذکر فرمایا ہے: "إِذَا تَاب بَعْد القُدْرَة عَلَيْه فَعِنْد مَالِك وَاللَّيْث وَإِسْحَاق وَأَحْمَد لَا تُقْبَل تَوْبَتُه وعند الشَّافِعِيّ تُقْبَل وَاخْتُلِف فِيه عَن أَبِي حنيفة وَأَبِي يُوسُف."[74]

"شاتم رسول اگر بعد الاخذ اپنے جرم سے توبہ تائب ہو جائے تو امام مالک، لیث بن سعد، اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے مختلف روایات منقول ہیں۔"

فقہ حنفی کے مشہور امام ابو یوسف (ت 182ھ) کتاب "الخروج" میں شاتم رسول کے متعلق لکھتے ہیں:

"و أيما رجل مسلم سبَّ رسول اللهﷺ أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته فإن تاب و إلا قتل وَكَذَلِكَ الْمَرْأَةُ؛إلا أَنَّ أَبَا حنيفَة قَالَ: لَا تقتل الْمَرْأَة وتجبر على الْإِسْلَام. "[75]

"جس کسی مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کی بد گوئی کی، تکذیب کی یا تنقیص و عیب زنی کی تو وہ یقیناً کافر ہو گیا ہے اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی ہے، پس اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک، ورنہ قتل کر دیا جائے گا، یہی حکم عورت کا ہے، مگر ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔"

ابن عابدین شامیؒ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر مرد شاتم رسول اپنے جرم سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام لے آئے تو اس سے دنیا اور آخرت دونوں کی سزا ساقط ہو جائے گی۔ یہ عبارت اس بات میں صریح ہے کہ شاتم رسول کی توبہ صرف آخرت کی حد تک مقبول نہیں بلکہ دنیا میں بھی مقبول ہے ورنہ پھر تو ہمارے مذہب اور مالکیہ اور حنابلہ کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ وہ سب اس بات پر متفق ہے کہ آخرت کی حد تک شاتم رسول کی توبہ مقبول ہے۔[76]

حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ کی رائے

قبولیت توبہ کی یہ رائے صرف فقہ شافعی اور حنفی فقہائے کرام تک محدود نہیں بلکہ زاد المعاد میں علامہ ابن القیمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی دینی مقدسات کی گستاخی کرنا ارتداد ہے اور توبہ کرنے کی صورت میں اس کی سزا ختم ہوسکتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"قَالَ مجاهد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَيُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَقَدْ كَذَّبَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ رِدَّةٌ، يُسْتَتَابُ، فَإِنْ رَجَعَ، وَإِلَّا قُتِلَ، وَ أَيُّمَا مُعَاهَدٍ عَانَدَ، فَسَبَّ اللَّهَ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ جَهَرَ بِهِ، فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ."[77]

"حضرت مجاہد نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جس کسی مسلمان شخص نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے یا برا بھلا کہا تو اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور یہ دین سے ارتداد ہے، ایسے شخص سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر اس نے رجوع کر لیا تو معاف ہے ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا، اور جس معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اس نے وعدہ توڑ دیا لہذا اس کو قتل کر دو۔

اسی طرح ابن منذرؒ نے حضرت علی رضی اللہ سے بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی مسلمان شاتم سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ [78]

امام سبکی اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کی وضاحت کرنے کے بعد سب آراء کو مختصر یوں بیان فرماتے ہیں:

"یہ فقہائے شافعیہ کی رائے ہے اور احناف قبول توبہ کے سلسلے میں شوافع کے قریب ہیں۔ حنفیہ میں سے کسی نے بھی عدم قبول توبہ کی بات نہیں کی ہے۔ اور ان دونوں جماعتوں نے اس سبّ و شتم کے مسئلہ کو مستقلا بیان نہیں کیا ہے بلکہ اس مسئلہ کو ذمی کے نقض عہد کے ضمن مین بیان کیا ہے۔ جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مسلمان تو اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ کو گالی نہیں دے سکتا۔ شافعیہ میں سے کسی نے اس بات کی تصریح نہیں کی ہے کہ شاتم رسول کی توبہ مطلقا قبول نہیں، کیونکہ امام الحرمین نے جہاں ابو بکر فارسی سے عدم قبول توبہ کی تصریح کی ہے وہ قذف کے بارے میں ہے، اگرچہ ان کے کلام میں کچھ باتیں ایسی ہیں جو عموم کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور امام الحرمین کے علاوہ دیگر حضرات نے سب و شتم کے بارے میں نقل کیا ہے اور اس قول کا اکتفاء کیا ہے کہ شاتم رسول کو حداً قتل کیا جائے گا۔ اور یہ بات گزر چکی ہے کہ بطور حد کے قتل کرنا قبولیتِ توبہ کے منافی نہیں۔"[79]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ مسلمان شاتم رسول کے بارے میں امام شافعیؒ، ان کے اصحاب، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور دیگر فقہائے احناف کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ کی شان گستاخی کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا اسے توبہ کی تلقین کی جائے گی اور سوچ بچار کے لیے تین کی مہلت دی جائے گی، اگر وہ اسکے بعد بھی اپنے قول و فعل سے رجوع کر کے اس سے مکمل براءت کا اظہار نہ کرے تو اس کے لیے سزائے موت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی عورت سبّ و شتم کی مرتکب ہوئی تو اسے قتل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے قید میں ڈال کر توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک جو حکم شاتم رسول کا ہے وہی حکم اللہ تعالیٰ، ملائکہ، قرآن کریم، دیگر مقدس آسمانی کتابوں اور احکام شریعت کے استہزاسب کا حکم یہی ہے جو شاتم رسول کا بیان ہوا۔[80]

باربار گستاخی اور توبہ کرنے والے کا حکم:

متقدمین فقہائے احناف اور شوافع کے نزدیک اگرچہ گستاخی کے مرتکب کے لیے توبہ کی گنجائش موجود ہے لیکن اگر کوئی شخص بار بار دینی مقدسات کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیا جاتا ہے تو وہ توبہ کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے، یا کوئی شخص بر سر عام کھلم کھلا گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے شخص کے لیے معافی ہرگز نہیں، بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔[81]

دینی مقدسات کی گستاخی کرنے والے ذمی کا حکم

عربی زبان میں ذمہ سے مراد "عہد، کفالت، نگرانی اور حفاظت کرنے کے ہیں۔ ذمی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہوا ہو۔ فقہ کی اصطلاح میں ذمی کی تعریف یوں کی گئی ہیں: **أهل الذمة: المعاهدون من أهل الكتاب، ومن جرى مجراهم. الذمي: هو المعاهد الذي أع ي عهدا يأمن به على ماله، وعرضه، ودينه."**[82]

"فقہ اسلامی میں ذمی سے مراد وہ اہل کتاب اور وہ غیر مسلم اقوام ہیں جو باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت کسی مسلمان ملک میں رہائش پذیر ہوں۔ ایسے افراد کی جان ومال اور عزت و ناموس کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔"

ذمی افراد پر اسلامی حکومت کے ان قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا جن کا تعلق اسلام کے عبادات اور حلال و حرام سے ہوں لیکن معاشرے میں امن وامان برقرار رکھنے کے لیے وضع کردہ قوانین اور دیگر تمام شہری قوانین ان پر بھی ایسے ہی لاگو ہوتے ہیں جیسے مسلمان شہریوں پر۔ ان کو اس بات کی ہر گز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ مسلمانوں یا کسی اور مذہب کے مذہبی مقدسات کی توہین کرے۔

ذمی شاتم کا حکم: اگر کوئی ذمی اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا گستاخی کرنے کے بعد اسلامی حکومت سے ذمی کا معاہدہ ختم ہو جاتا ہے یا پھر پہلے کی طرح برقرار رہتا ہے؟

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ذمی کا حکم:

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اسلامی شعائر کی توہین کی وجہ سے ذمی شاتم کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا اور وہ واجب القتل ہو گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کی، گالی دی، عیب جوئی کی یا آپ ﷺ کی تحقیر کی تو ایسا شخص قتل کیا جائے گا چاہے مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔[83]

امام قرطبی (متوفی 671ھ) ذمی کے علی الاعلان توہین اور تحقیر کے اقدامات کو واجب القتل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ذمیوں میں سے جس شخص نے نبی ﷺ پر علانیہ سب وشتم کیا، ان کی شان میں گستاخی کی، ان کی تحقیر کی یا کسی نازیبا وصف سے آپ ﷺ کو موصوف کیا، جو اس کے کفر کا سبب نہیں ہے تو اس صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس طرح کے جرم کے ارتکاب پر ہم نے اسے کوئی عہد وامان نہیں دے رکھ ہے۔ تاہم امام ابو حنیفہ، امام ثوری اور اہل کوفہ میں سے ان کے شاگردوں کی رائے یہ ہے کہ ایسے ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ جس شرک پر قائم ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بڑا جرم ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کی تادیب کی جائے گی اور تعزیراً اسے کوئی سزا دی جائے گی۔"[84]

امام شافعیؒ نے کعب بن شرف یہودی کے قتل سے ذمی کے عہد ٹوٹنے اور قتل کرنے پر استدلال کیا ہے۔[85] امام غزالیؒ جو فقہ شافعی کے مشہور فقیہ اور عالم اسلام کے چنیدہ مفکرین میں سے تھے وہ دینی مقدسات کی گستاخی

کرنے کی وجہ سے عہد ذمہ کے ٹوٹ جانے اور ذمی شاتم کو فوری طور پر قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔[86]

ذمی کے متعلق احناف کی رائے:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسے ذمی کا عہد ذمہ بر قرار رہے۔ البتہ اس جرم کی پاداش میں اسے تعزیری سزا دی جائے گی جو قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں فقہائے احناف کے موقف کی تفصیل یہ ہے کہ غیر مسلم ذمیوں کو بنیادی کفر کے ساتھ اسلامی ریاست نے حق شہریت دے کر اسلامی حدود میں رہائش کا حق دیا تھا۔ اب اگر کسی ذمی نے پہلے والے کفر کے ساتھ اسلامی مقدسات کی گستاخی کرکے مزید کفر کا ارتکاب کیا گیا، تو اس صورت میں بھی اس کا حق شہریت منسوخ نہیں ہو گا، بلکہ پہلے والا معاہدہ بر قرار رہے گا۔ علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں اسی نکتہ کو یوں بیان کیا ہے:

"اسی طرح اگر کسی (ذمی) نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کی، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ کفر پر ایک اور کفر بڑھانا ہے اور جب اصل کفر کے ساتھ معاہدہ بر قرار رہتا ہے تو اس مزید کفر کے ساتھ بھی اس کا معاہدہ بر قرار رہنا چاہیے۔"[87]

یہی بات علامہ مرغینانیؒ نے بدایۃ المبتدی میں کی ہے۔[88] علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ رائے کہ سب وشتم سے عہد وپیمان نہیں ٹوٹتا اور نہ کسی ذمی کو اس جرم کے ارتکاب پر قتل کیا جائے گا بلکہ دیگر جرائم کی مانند اس جرم میں بھی تعزیری سزا دی جائے گی۔"[89]

مندرجہ بالا عبارت میں ایسے شخص کے لیے تعزیری سزا دینے کا حکم موجود ہے۔ تعزیر سے مراد یہ ہے کہ وہ جرائم، جن میں حد یا قصاص کے طور پر سزا موجود نہیں تو اس میں قاضی کو سزا دینے کا اختیار حاصل ہے جو بعض صورتوں میں قتل بھی ہو سکتی ہے کیونکہ تعزیر سے مقصود زجر وتوبیخ ہے اور اس معاملے میں لوگوں کے احوال مختلف ہیں۔ اگر مجرم بار بار کسی جرم ارتکاب کرتا ہے تو امام اسے قتل کی سزا دے سکتا ہے۔[90]

علامہ ابن تیمیہؒ فقہ حنفی میں تعزیر اور سیاسۃً قتل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احناف کے اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ جن جرائم میں ان کے نزدیک قتل کی سزا مقرر نہیں ہے جیسے کسی بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنا یا دبر میں جماع کرنا، تو اگر یہ کوئی شخص بار بار ان جرائم کا ارتکارب کرے تو قاضی یا امام کو یہ حق حاصل ہے کہ ایسا کرنے والے کو قتل کرے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جب قاضی اس میں

مصلحت سمجھے تو مقررہ حد سے زیادہ سزا دے۔ نبی کریم ﷺ اور دور صحابہ میں ان جیسے جرائم میں جن افراد کو قتل کیا گیا تھا احناف کے نزدیک وہ حاکم کی مصلحت پر محمول ہے اور وہ اس کو سیاسۃً قتل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ جب مجرم بار بار کسی جرم کا اعادہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ اکثر احناف نے یہ فتوی دیا ہے کہ اہل ذمہ میں سے جو شخص بار بار نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو اس کو سیاسۃً قتل کیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کرے۔"[91]

مندرجہ بالا آراء کے مطابق اگرچہ ذمی شاتم رسول کا عہد ذمہ برقرار ہے لیکن فقہائے احناف کے نزدیک اس کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے اور اگر وہ اس کے بعد بھی باز نہیں آتا تو قاضی یا حاکم وقت اس کو قتل کرنے کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

اس رائے کے برعکس بعض حنفی فقہاء نے دینی مقدسات کی شان میں گستاخی کرنے پر نقض عہد کا قول بھی اختیار کیا ہے؛ چنانچہ مشہور حنفی عالم علامہ نسفی فرماتے ہیں:

"جب ذمی کھل کر اسلام کے خلاف طعن و تشنیع کرے تو قتل جائز ہو جائے گا کیونکہ اس سے عہد پر تھا کہ وہ زبان درازی نہیں کریگا۔ پس جب اس نے طعن و تشنیع کی تو عہد ٹوٹ جائے گا اور وہ ذمہ سے نکل جائیگا۔"[92]

احناف کے اسی موقف کو مولانا ظفر احمد تھانوی (ت1394ھ) نے اعلاء السنن میں اختیار کیا ہے۔[93] سب و شتم سے عہد ٹوٹنے کے مسئلے میں شافعیہ اور حنفیہ کے مشہور موقف میں تطبیق دیتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شتم دو طرح کا ہے ایک بطور اپنے مذہب کی تحقیق کے، اس سے عہد نہیں ٹوٹتا اور دوسرا بطور طعن و اہانت، اس سے عہد ٹوٹ جاتا ہے۔[94]

یہی بات مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر میں بیان کی ہے۔

" وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ "[95] کے لفظ سے بعض حضرات نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کے دین پر طعن و تشنیع کرنا عہد شکنی کرنے میں داخل ہے، جو شخص اسلام اور شریعت اسلام پر طعنہ زنی کرے وہ مسلمانوں کا معاہد نہیں رہ سکتا، مگر باتفاق فقہاء اس سے مراد وہ طعن و تشنیع ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی اہانت اور تحقیر کے طور پر اعلاناً کی جائے، احکام و مسائل کی تحقیق میں کوئی علمی تنقید اس سے مستثنیٰ ہے اور لغت میں اس کو طعن و تشنیع کہتے بھی نہیں۔ اس لئے دارالاسلام کے غیر مسلم باشندوں کو علمی تنقید کی تو اجازت دی جاسکتی ہے،

مگر اسلام پر طعنہ زنی اور تحقیر و توہین کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی آیت میں فرمایا" إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ "[96] یعنی یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی قسم کوئی قابل اعتبار قسم نہیں، کیونکہ یہ لوگ قسم توڑنے اور اور عہد شکنی کرنے کے عادی ہیں۔"[97]

نتائج بحث

قرآن کریم و سنت کی روشنی میں فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ شان رسالت، شان خداوندی، کتب الہیہ، فرشتوں اور دیگر دینی مقدسات کی شان میں گستاخی کرنا اور ان کے متعلق نازیبا کلمات کہنا تمام ائمہ کرام کے نزدیک موجب کفر ہے۔ گستاخی کرنے والا اگر مسلمان ہو تو وہ ان مقدسات کی توہین کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور واجب القتل ہو گا۔

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور دیگر فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا شخص ہر صورت میں واجب القتل ہے اور اس کی توبہ کا کوئی دنیا میں کوئی اعتبار نہیں۔

جبکہ امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام طحاویؒ اور فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اکثر متقدمین فقہاء کے نزدیک اس کا حکم مرتد کی طرح ہے۔ لہذا ایسے شخص کو توبہ طلبی کے بعد ہی قتل کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرنے مسلمان ہو جائے تو اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

شان رسالت میں گستاخی کرنے کے والا اگر ذمی ہو تو امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ اور ان کے متبعین کے مطابق ذمی گستاخ کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے، اور وہ واجب القتل ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل کے مشہور قول کے مطابق وہ واجب القتل نہیں رہتا۔

امام شافعیؒ کے مشہور قول کے مطابق ذمی کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے۔ اگر وہ اسلام لے آئے یا توبہ کر کے واپس اپنے عہد ذمہ کی جانب لوٹ جائے تو امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اس کو معاف کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کا مشہور قول یہ ہے کہ ایسا شخص ہر صورت میں واجب القتل ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گستاخی کرنے سے پہلے ذمی کو بنیادی کفر کے ساتھ اسلامی ریاست نے حق شہریت دے کر اسلامی حدود میں رہائش کا حق دیا تھا۔ اب پہلے والے کفر کے ساتھ گستاخی کر کے مزید کفر کا ارتکاب کیا گیا، تو اس صورت میں بھی اس کا حق شہریت منسوخ نہیں ہو گا، بلکہ پہلے والا معاہدہ بر قرار رہے

گا۔لیکن چونکہ یہ فعل دارلاسلام کے ملکی قانون کے تحت ایک بڑا جرم ہے اس لیے اسے سزا دی جائے گی۔اس قسم کی سزا کو فقہ حنفی کی اصطلاح میں "سیاسۃً" جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک" حق الامام" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سزا کی کوئی کم یا زیادہ حد شریعت نے مقرر نہیں کی بلکہ اس کی حد مقرر کرنے کا اختیار حکومت کو دیا ہے اور حکومت بعض انتہائی صورتوں میں سزائے موت بھی دے سکتی ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک اگر اہل ذمہ میں سے کوئی شخص بار بار اللہ عزوجل،کسی نبی یا رسول، ملائکہ، مقدس آسمانی کتابوں یا دیگر اسلامی مقدسات کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے تو حاکم یا قاضی اسے قتل کرنے کا حکم جاری کر سکتا ہے،اگرچہ وہ گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ قتل مصلحت اور سیاست پر مبنی ہو گا اور یہ فقہ حنفی کے ان اصولوں کے عین مطابق ہو گا۔

حوالہ جات

[1] مرتضى الزّبيدي، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني۔ تاج العروس من جواهر القاموس، بيروت: دار الهداية، س ن، 16/358

[2] لجنة من علماء الحرمين، فتاوى الشبكة الاسلامية، داراحياء التراث العربي، 1424ھ، 8/ 849

[3] اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شام اور فلسطین کی سرزمین کے لیے ارض مقدسہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو نقل کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ المائدۃ:21:5۔

[4] سورۃ الحج22: 30

[5] بخاری، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل۔ الجامع الصحيح، بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ۔ كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة۔ حديث نمبر: 3/193، احمد بن حنبل، مسند احمد۔ بيروت: موسسة الرسالة، 2001ء۔ 31/345، حديث نمبر 18928

[6] ابن منظور، أبو الفضل مُحَمَّد بن مُكَرَّم بن علی۔ لسان العرب، بيروت: دار صادر۔ 12/122

[7] مرتضى الزّبيدي، محمد بن عبد الرزاق الحسيني۔ تاج العروس من جواهر القاموس۔ 1/159

[8] طبری، ابو جعفر محمد بن جرير بن يزيد۔ جامع البيان عن تأويل آي القرآن ، تحقيق: أحمد محمد شاكر۔ بيروت: مؤسسة الرسالة، طبع اول۔ 18/617

[9] جار الله الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد۔ الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل۔ 3/154

[10] ابن عاشور، محمد طاھر بن محمد۔ التحریر والتنویر۔ 17 / 252.

[11] جار اللہ الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل۔ 3 / 154

[12] ابن کثیر، ابو الفداء اسمعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ 5 / 419

[13] زین الدین، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القاھر۔ مختار الصحاح۔ 1 / 165، مرتضی الزبیدی۔ تاج العروس من جواھر القاموس۔ 12 / 191

[14] أبو حیان، محمد بن یوسف بن علي أثیر الدین الأندلسي۔ البحر المحیط في التفسیر، بیروت: دار الفکر، 1420ھ ۔ 2 / 62

[15] شاہ ولی اللہ، أحمد بن عبد الرحیم۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ 1 / 133

[16] مودودی، سید ابو الاعلی۔ تفہیم القرآن، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت۔ طبع نہم۔ 1 / 438

[17] قرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر القرطبي۔ الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی) 6 / 37

[18] سورۃ الانفال 8:18

[19] سورۃ آل عمران 3 : 139

[20] The New Encyclopedia Britannica, Chicago, London15 the Edition 2007, 2:276

[21] Definition of BLASPHEMY, RETRIEVED FROM: *http://www.merriam-webster.com/dictionary/blasphemies*

[22] PLD 2002, Lahore High Court, Muhammad Mahboob Alias Booba Vs The State, Decided on20th Aug 2002, RETRIEVED FROM: http://www.aghslaw.com/wp-content/uploads/2014/03/P-L-D-2002-Lahore-587.pdf

[23] Blasphemy, irreverence toward a deity, Encyclopædia Britannica. RETRIEVED FROM: www.britannica.com/topic/blasphemy

[24] سورۃ مریم 19:42

[25] سورۃ مریم 19:46

[26] ازہری، پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع چہارم۔ 1:96

[27] کتابِ مقدس، احبار 24:16

[28] .Thomson Gale, Encyclopedia of Religions, New Yark. 2nd Edition, 2:968

[29] کتاب مقدس، انجیل متی 12:31-32

30 ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: "میں نے نہیں دیکھا کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی نے اس مسئلہ کی وضاحت کا حق ادا کرتے ہوئے اسے بیان کیا ہو۔ دیکھئے: تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام۔ ص17

31 دیکھئے: قاضی عیاض، أبو الفضل القاضي عیاض بن موسیٰ۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی، بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔ 2/214 ومابعد

32 دیکھئے: ابن تیمیہ، تقي الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم الحرانی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ 1/4 ومابعد

33 دیکھئے: سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول۔ ص119

34 وہ فرماتے ہیں: "أجْمَعَت الْأُمَّة عَلَى قَتْل مُتَنَقِّصِه مِن الْمُسْلِمِين وسابه" "امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کمی کرنے والا اور آپ کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔" **قاضی عیاض، ابو الفضل القاضی عیاض بن موسیٰ۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ 2/211**

35 **قاضی عیاض، ابو الفضل القاضی عیاض بن موسیٰ۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ 2/214**

36 **ایضاً، 2/216**

37 **ایضاً، 2/215**

38 **ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم** الحرانی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ 1/4

39 آپ کا نام ابو بکر محمد بن ابراھیم بن المنذر نیشاپوری (ت:318ھ) ہے۔ آپ شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ دیکھئے: ذہبی، تذکرۃ الحفاظ 3/782۔

40 ابن منذر، أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري۔ الإقناع۔ 2/584

41 ابن حزم ظاہری۔ ابو محمد علي بن أحمد۔ المحلی بالآثار۔ 12/438

42 دیکھئے: ابن عابدین شامی، محمد امین ابن عابدین۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام۔ ص22-23

43 حبیب اللہ چشتی، پروفیسر، شاتم رسول کی سزا، ماہنامہ ضیائے حرم، تحفظ ناموس رسالت نمبر، ص166

44 قاضی عیاض، أبو الفضل القاضي عیاض بن موسیٰ۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ 2/254

45 ذہبی، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد۔ سیر أعلام النبلاء۔ 8/103

46 ابن تیمیہ، تقي الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم الحرانی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ 1/300

[47] سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول۔ ص130

[48] خلیل بن اسحاق بن موسیٰ (ت776ھ) مختصر العلامہ خلیل۔ ص239۔

[49] ابن رشد، محمد بن احمد القرطبی المالکی (ت520ھ) البیان والتحصیل۔ 16/413۔

[50] ابن عابدین شامی، محمد امین ابن عابدین۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام۔ ص105

[51] سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول، ص175

[52] ابن قدامہ المقدسی، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد الحنبلی (ت620ھ)، الکافی فی فقہ الامام احمد۔ 4/62

[53] مواق مالکی، ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن أبي القاسم۔ التاج والإکلیل لمختصر خلیل۔ 8/382

[54] ابن تیمیہ، تقي الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم الحرانی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ 1/313

[55] احمد بن غانم، الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی۔ 2/202

[56] مرداوی، ابو الحسن علی بن سلیمان (ت885ھ)، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف۔ 10/33

[57] قاضی عیاض، أبو الفضل القاضي عیاض بن موسی۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ 2/215

[58] ابن حجر، شہاب الدین علی بن احمد، الإعلام بقواطع الإسلام۔ ص250

[59] ابن عابدین شامی، تنبیہ الولاۃ والحکام۔ ص48

[60] جوینی، امام الحرمین عبد الملک بن عبداللہ بن یوسف (ت478ھ)، نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب۔ 18/46

[61] نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف۔ المجموع شرح المہذب۔ 19/427

[62] ابن حجر، احمد بن محمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإعلام بقواطع الإسلام۔ ص251

[63] سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول۔ ص173

[64] علامہ بزازی فقہ حنفی کے مشہور فقہاء میں سے تھے۔ آپ کا نام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری ہے۔ آپ کا تعلق خوارزم سے تھا۔ آپ کی تصانیف میں فتاوی بزازیہ، الجامع الوجیز، سیرۃ ابی حنیفہ اور آداب القضاء شامل ہیں۔ آپ کی سن وفات 827ھ ہے۔ (دیکھئے: زرکلی، خیر الدین بن محمود۔ الأعلام۔ 7/45)

[65] ملاخسرو کا اصل نام محمد بن فراموز بن علی ہیں، معروف حنفی فقیہ ہیں۔ آپ اصلاً رومی تھے پھر آپ کے والد اسلام لے آئے۔ آپ قسطنطنیہ کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں درر الحکام، مرقاۃ الوصول، حاشیہ علی المطول وغیرہ شامل ہیں۔ (دیکھئے: زرکلی، خیر الدین بن محمود۔ الأعلام۔6/328)

[66] آپ کا اصل نام عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان ہے اور شیخی زادہ سے معروف ہیں۔ آپ فقہ حنفی کے مشہور فقہاء میں سے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں "مجمع الانھر، نظم الفرائد فی مسائل الخلاف بین الماتریدیہ والاشعریہ ہیں۔ آپ کی سن وفات 1078ھ ہے۔ (دیکھئے: زرکلی، خیر الدین بن محمود۔ الأعلام۔3/332)

[67] ابن الهمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسي۔ فتح القدیر۔6/98

[68] ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علي درر الحکام۔ شرح غرر الأحکام۔1/300

[69] ابن نجیم، زین الدین بن إبراهیم بن محمد۔ الاشباہ النظائر علی مذہب ابی حنیفۃ۔ ص158

[70] شیخی زادہ، عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان۔ مجمع الأنھر في شرح ملتقی الأبحر۔1/677

[71] ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علي۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام۔1/300

[72] ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علي۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام۔1/300

[73] ابن عابدین شامی، محمد امین بن عابدین۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام۔ ص80

[74] قاضی عیاض، أبو الفضل القاضي عیاض بن موسی۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ 2/255

[75] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (ت182ھ)، الخراج۔1/199

[76] ابن عابدین شامی، محمد امین بن عابدین۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام۔ ص51

[77] ابن قیم، شمس الدین محمد بن أبي بکر بن أیوب۔ زاد المعاد في هدي خیر العباد۔5/55

[78] قاضی عیاض، أبو الفضل القاضي عیاض بن موسی۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ 2/255

[79] سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول۔ ص174-175

[80] قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔2/302، انور شاہ کشمیری۔ إکفار الملحدین في ضروریات الدِّین۔ ص65

[81] ابن عابدین شامی، محمد امین بن عابدین۔ مجموعہ رسال ابن عابدین۔ ص51

[82] ابو حبیب، دکتور سعدی۔ القاموس الفقہی۔1/138

[83] ابن تیمیہ، تقي الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم الحرانی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ 1/526۔

[84] قرطبی، شمس الدین محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن۔ 8/83

[85] نووی، بوزکریا یحیٰی بن شرف، المجموع شرح المہذب۔ 19/428

[86] سبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ السیف المسلول علی من سب الرسول۔ ص260

[87] کاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ 7/113

[88] مرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ 2/404

[89] ابن عابدین، محمد امین عمر الحنفی الدمشقی، الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین۔ 4/214

[90] حصکفی، محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی، الدر المختار وشرح تنویر الابصار، ص316

[91] ابن تیمیہ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم الحرانی، الصارم المسلوم علی شاتم الرسول، ص10-11، ابن عابدین،، الرد المختار علی الدر المختار، 4/62-63

[92] نسفی، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد۔ مدارک التنزیل وحقائق التأویل۔ 1/667

[93] عثمانی، ظفر احمد۔ اعلاء السنن، 12/54

[94] تھانوی، مولانا اشرف علی۔ بوادر النوادر۔ ص108

[95] سورۃ توبہ 12:9

[96] سورۃ توبہ 12:9

[97] عثمانی، محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن، 4/324